مفتی محمد اکرام الدین پاتوردوی کا فقہی منہج تفسیر: ایک تحقیقی جائزہ تفسیر روح القرآن کی روشنی میں

Jurisprudential method of Mufti Muhammad Ikram uddin Paturdavi: Analytical review in the light of Tafseer Rooh Ul Quran

Muhammad Waris
PhD Scholar, Dept. of Islamic Studies, Qurtuba University of Science and Information Technology, DIKhan:
bhorvi313@gmail.com

Qamar Aziz
PhD Scholar, Dept. of Islamic Studies, Qurtuba University of Science and Information Technology, DIKhan
qamaraziz.mi@gmail.com

Dr. Abdul Wahhab
Professor, Dept. Islamic Studies, Qurtuba University of Science and Information Technology, DIKhan
abdulwahab2842@gmail.com

Abstract:

Allama Ikramuddin Partordvi is a renowned Islamic scholar from the subcontinent. His acclaimed exegesis (Tafseer) is currently going through the stages of publication. Maulana Partordvi wrote a five-volume Tafseer titled Ruh-ul-Quran fi Tafseer Ayat-ul-Ahkam. So far, only the first volume has been published. This is a jurisprudential exegesis, with a particular focus on legal rulings. That is why the esteemed commentator has only interpreted those verses in this Tafseer that mention jurisprudential rulings".However, following the general commentators, the interpreter Patordvi has also mentioned other topics, which include linguistic discussions, worship, legislation, and family issues. The interpreter generally tries to explain the issues in light of modern interpretations relevant to the present age.Although he also takes references from authentic Arabic commentaries, he mostly seems to draw from Mufti Muhammad Shafi's Tafsir Ma'ariful Quran and other contemporary

commentaries. In this research paper, the juristic methodology of the interpreter Patorvi has been discussed".

Keywords: *Paturdavi, Rooh Ul Quran, Ikram uddin, Jurisprudential method of Tafseer.*

علامہ اکرام الدین پاتورڈوی برصغیر کے ایک معروف مفسر عالم دین ہیں۔ جن کی مایہ ناز تفسیر حال ہی میں اشاعت کے مراحل سے گزر رہی ہے۔ مولانا پاتورڈوی نے روح القرآن فی تفسیر آیات الاحکام کے نام سے پانچ جلدوں میں تفسیر لکھی ہے۔ ابھی اس کی صرف پہلی جلد منظر عام پر آئی ہے۔ یہ ایک فقہی تفسیر ہے، جس میں خاص توجہ فقہی احکام پر کی گئی ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت مفسر نے اس تفسیر میں صرف ان آیات کی تفسیر لکھی ہے جن میں فقہی احکام مذکور ہیں۔ لیکن عامۃ المفسرین کی اتباع میں مفسر پاتورڈوی نے دیگر مباحث کو بھی ذکر کیا ہے، جن میں لغوی مباحث، عبادات، آئین سازی اور عائلی مسائل شامل ہیں۔ مفسر کا عام منہج یہ ہے کہ عصر حاضر کی جدید تفاسیر سے مسائل بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگرچہ عربی کی مستند تفاسیر سے بھی عبارات لیتے ہیں لیکن زیادہ تر مفتی محمد شفیعؒ کی تفسیر معارف القرآن اور دیگر عصری تفاسیر سے اکتساب کرتے نظر آتے ہیں۔ اس تحقیقی مقالہ میں مفسر پاتورڈوی کے فقہی منہج کو بیان کیا گیا ہے۔

نام ونسب

مولانا محمد اکرام الدین پاتورڈوی انڈیا کے مشہور و معروف عالم دین ہیں، آپ اس وقت بقید حیات موجود ہیں؛ اور جامعہ اشرفیہ میں شیخ الحدیث کی مسند تدریس پر خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ مولانا پاتورڈوی کے والد گرامی قدر کا نام نامی اسم گرامی علیم الدین ابن حبیب الدین ہے۔[1]

حضرت اقدس کا وطن اصلی اور جائے ولادت پاتورڈا کا علاقہ ہے جو کہ سنگرام پور ضلع بلڈانہ کا شہر ہے۔ اور یہ علاقہ ہندوستان کے صوبہ مہاراشٹر میں ہے۔

---

[1]۔ قاسمی، ریاست علی، رامپوری، خلفائے عالی مقام، یوپی: مکتبۃ العافیہ، 2022ء، ج2، ص357۔

پیدائش

مولانا پاتورڈوی کی پیدائش اپنے آبائی وطن پاتو رڈا، تعلقہ سنگرام پور ضلع بلڈانہ میں بروز منگل 18 محرم الحرام 1383ھ بعد العصر مطابق 9 جولائی 1963ء کو ہوئی۔ اس وقت آپ کی جائے سکونت راندیر ضلع سورت صوبہ گجرات ہے۔

ابتدائی تعلیم

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے مسقط راس کے علاقہ پاتورڈا میں مدرسہ ضیاء العلوم سے شروع کی، قرآن کریم کی ابتداء حضرت مولانا ابوالحسن صاحب ڈگرسیؒ نے کروائی جو مدرسہ ضیاء العلوم پاتورڈا کے بانی و مہتمم تھے۔ ناظرہ قرآن پاک کی تکمیل حضرت مولانا سید محمد علی صاحب سے کی جو ان دنوں دار العلوم امان الاسلام اکولہ کے مہتمم و شیخ الحدیث ہیں۔ انتیسواں و تیسواں پارہ حفظ محترم حافظ قدرت اللہ صاحب پاتورڈوی مدظلہ کے پاس مکمل ہوا۔

درسیات کا آغاز

قرآن کریم کے بعد درسیات کا آغاز فرمایا تو فارسی اول، فارسی دوم، اور عربی اول کی تعلیم بھی پاتورڈا مدرسہ ضیاء العلوم میں مکمل کی۔ عربی اول مکمل کرنے کے بعد حضرت مولانا ابوالحسن صاحب ڈگرسیؒ نے اپنی سرپرستی میں 17 طلبہ کا داخلہ دار العلوم اشرفیہ راندیر میں کروایا تھا۔ اس وقت حضرت مولانا احمد اشرف صاحب دار العلوم اشرفیہ کے بانی و مہتمم تھے۔ موصوف رات دن طلبہ کی تربیت و تعلیم و ترقی میں لگے رہتے تھے، موصوف نے طلبہ کی تعلیم و تربیت کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا اور اپنی پوری زندگی اسی کام کے لئے وقف کر دی تھی۔ چند سالوں میں طلبہ کی بہت بڑی جماعت تیار ہو گئی جن میں سے کچھ طلبہ کو سہارنپور بھیج دیا اور کچھ طلبہ گجرات دار العلوم اشرفیہ میں مقیم رہے اور کچھ جامعہ حسینیہ راندیر چلے گئے۔ جبکہ مولانا پاتورڈوی کی سال اول عربی سے دورہ حدیث تک مکمل تعلیم دار العلوم اشرفیہ راندیر سورت گجرات میں ہوئی۔[2]

---

[2]۔ قاسمی، خلفائے عالی مقام، ج2، ص358۔

اعلیٰ تعلیم

دار العلوم اشرفیہ راندیر سورت گجرات میں 1980ء میں درجہ عربی اول میں آپ داخل ہوئے تھے۔ عربی اول سے دورہ حدیث تک کی مکمل تعلیم دار العلوم اشرفیہ ہی میں ہوئی۔ اور 1986ء میں فراغت ہوئی، اور اس کے بعد آپ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل کے شعبہ افتاء میں داخل ہوئے، 1987ء میں شعبہ افتاء کی تکمیل ہوئی۔ اتفاق سے اس سال شعبہ افتاء میں تنہا آپ ہی ایک طالب علم باضابطہ داخل تھے۔ اگرچہ دوسرے دو ساتھی بھی شریک تعلیم تھے۔ حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم نے ہی سب کتابیں پڑھائیں اور مشق کرائی۔ امتحان کے لئے فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کے پاس دیوبند چھتہ مسجد میں بھیجا۔ حضرت ہی نے آپ کا امتحان لیا اور اللہ تعالی کے فضل سے اچھے نمبرات سے کامیابی حاصل ہوئی۔[3]

مولانا اکرام الدین پاتورڈوی کے اساتذہ کرام

مولانا اکرام الدین پاتورڈوی نے کثیر اساتذہ کرام سے اکتساب فیض کیا ہے۔ جن کے نام حسب ذیل ہیں:

1۔ حضرت مولانا یوسف صاحب بودھانیہ رحمۃ اللہ علیہ

2۔ حضرت مولانا محی الدین صاحب راندیری رحمۃ اللہ علیہ

3۔ حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب بلیاوی عرف حکیم ابو الشفاء صاحب رحمۃ اللہ علیہ

4۔ حضرت مولانا اسماعیل اشرف صاحب راندیری رحمۃ اللہ علیہ

5۔ حضرت مولانا یعقوب اشرف صاحب راندیری رحمۃ اللہ علیہ

6۔ حضرت مولانا قاری رشید احمد صاحب اجمیری دامت برکاتہم

7۔ حضرت مولانا یعقوب صاحب بھڑکودروی رحمۃ اللہ علیہ

---

[3]۔ قاسمی، خلفائے عالی مقام، ج2، ص358۔

8۔ حضرت مولانا محمد صاحب آچھودی دامت برکاتہم

9۔ حضرت مولانا مفتی عبد الغنی صاحب کاوی رحمۃ اللہ علیہ

10۔ حضرت اقدس مولانا شیخ محمد رضا صاحب اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

علم تجوید کے اساتذہ کرام

1۔ حضرت قاری سماعیل صاحب دھگامی دامت برکاتہم

2۔ حضرت قاری محمود صاحب سامرودی رحمۃ اللہ علیہ

3۔ حضرت مولانا قاری رشید احمد صاحب اجمیری دامت برکاتہم

1. تفسیر قرآن کے اساتذہ کرام

1۔ مولانا پاتورڈوی نے حضرت مولانا شیخ محمد رضا صاحب اجمیری رحمہ اللہ علیہ سے جلالین شریف مکمل پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔

2۔ حضرت مولانا یعقوب صاحب بھڑکودروی رحمۃ اللہ علیہ سے تفسیر بیضاوی پڑھی۔

حدیث کے اساتذہ کرام

1۔ مولانا پاتورڈوی نے حضرت مولانا شیخ محمد رضا صاحب اجمیری رحمہ اللہ علیہ سے بخاری شریف پڑھی۔ اور جلالین شریف مکمل پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

2۔ حضرت مولانا مفتی عبد الغنی صاحب کاوی رحمۃ اللہ علیہ سے مسلم شریف مکمل اور مشکوۃ شریف جلد اول مکمل پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔

3۔ حضرت مولانا محمد صاحب آچھودی دامت برکاتہم سے ترمذی شریف، ابو داؤد شریف اور نسائی شریف مکمل پڑھی۔

4۔ حضرت مولانا یعقوب صاحب بھڑ کو دروی رحمتہ اللہ علیہ سے ابن ماجہ، طحاوی شریف، موطا امام مالک و موطا امام محمد اور مشکوۃ شریف جلد ثانی کی سماعت کی۔[4]

اساتذہ کرام کی تربیت اور شفقت و محبت کے واقعات

مولانا پاتورڈوی خود بیان کرتے ہیں:

حضرت اقدس مولانا یعقوب صاحب بھڑ کو دروی، اشرفی، قاسمیؒ نے ہم سب طلبہ پر خصوصی محنت اور خصوصی توجہات مبذول فرمائیں۔ علوم ادبیہ خصوصاً علم صرف و علم نحو وغیرہ کو اس قدر محنت سے پڑھایا؛ گویا گھول کر پلا دیا۔ عربی اول کی کتاب " نور الایضاح " سے لے کر دورہ حدیث تک تمام کتب کی شروحات اساتذہ کرام آپ کو مہیا کرتے تھے اور اردو عربی شروحات کے مطالعہ کی ترغیب دیتے تھے اور اپنی نگرانی میں مطالعہ کراتے تھے۔ بعض کتابوں کی متعدد شروحات ہوتی تھی اور اساتذہ کرام ان سب کی ترغیب دلاتے تھے اور وہ سب شروحات مہیا بھی فرماتے تھے جس کی وجہ سے زبردست علمی فائدہ ہوا۔ جو بیان سے ماوراء ہے، الغرض تمام اساتذہ اپنی جگہ امام کی حیثیت رکھتے تھے جن کی جتنی بھی تعریف کی جائے وہ کم ہے۔ لیکن آپ کو استاذ محترم حضرت اقدس مولانا یعقوب صاحب بھڑ کو دروی کی خدمت کا شرف درجہ عربی اول سے درجہ دورہ حدیث تک حاصل رہا۔[5]

مزید بر آں! آپ کو استاذ محترم حضرت مولانا یوسف صاحب بودھانہ کی بھی چند سال خدمت کا شرف حاصل ہوا استاذ محترم کے کپڑے اور ان کے بچوں کے کپڑے، نیز جس مسجد میں آپ امامت فرماتے تھے اس مسجد کی ہر ہفتہ صفائی کی خدمت بھی آپ انجام دیتے تھے۔ ساتھ میں دوسرے ساتھی بھی ہوتے تھے۔

---

[4] ۔ قاسمی، خلفائے عالی مقام، ج2، ص358۔

[5] ۔ قاسمی، خلفائے عالی مقام، ج2، ص358۔

حضرت فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہی سے حدیث کی سماعت اور اجازت

1987ء میں شعبہ افتاء کی تکمیل کے سال جب حضرت فقیہ الامت محمود حسن گنگوہی[6] ڈابھیل تشریف لائے تھے تقریباً حضرت کا ایک ہفتہ قیام تھا ختم بخاری کی تقریب ہوئی اور آخری حدیث کی سماعت کا موقع ملا۔ اس کے بعد حضرت نے بیان حدیث کی بھی اجازت عطا فرمائی اور آپ کی سند پر حضرت فقیہ الامت نے دستخط بھی ثبت فرمائے۔

نیز مولانا پاتورڈوی نے فقیہ الامت حضرت اقدس گنگوہی کے درس نسائی شریف میں دار العلوم دیوبند میں کئی مرتبہ حدیث کی سماعت کا شرف حاصل کیا۔[7]

نکاح اور اولاد کی تفصیل

آپ کا نکاح 19 شعبان المعظم 1409ھ مطابق 1989ء بروز جمعہ مہاراشٹر کے ضلع اکولہ کی ایک تحصیل آکوٹ کے قریب ایک مقام پاتھرڈی میں محترم شیخ نوح صاحب کی صاحبزادی سے ہوا۔ اس نکاح سعید سے آپ کی نرینہ اور غیر نرینہ اولاد میں چھ بچے یعنی دو لڑکے چار لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

پہلے لڑکے کا نام محمد انعام الدین ہے۔ دوسری لڑکی کا نام حمیدہ فردوس ہے۔ تیسری لڑکی کا نام سعیدہ فردوس ہے۔ چوتھی لڑکی کا نام وحیدہ صدیقہ ہے۔ پانچویں لڑکی کا نام رشیدہ فردوس ہے۔ چھٹے لڑکے کا نام محمد ہے۔ آپ کے تین بچوں کے نام حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہ نے تجویز فرمائے۔ اور تین بچوں کے نام حضرت مولانا مفتی احمد خانپوریؒ نے تجویر فرمائے ہیں۔[8]

---

[6] ۔ حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی ۱۳۶۸ھ بمطابق ۱۸۵۱ء کو بریلی میں پیدا ہوئے کیونکہ ان ایام میں آپ کے والد ماجد مولانا ذوالفقار علی صاحب بریلی میں انسپکٹر مدراس تھے وہ ایک جید عالم اور صاحب تصانیف کثیرہ اور باکمال بزرگ تھے حضرت شیخ الہند کا سلسلہ حضرت عثمان غنی پوچھ سے جاملتا ہے۔ ندوی، محمد غطریف، عالم اسلام کے چند مشاہیر، دہلی: رہبر بک سنٹر، س ن، ص216۔

[7] ۔ قاسمی، خلفائے عالی مقام، ج2، ص358۔

[8] ۔ قاسمی، خلفائے عالی مقام، ج2، ص361۔

تدریس کا آغاز

شعبہ افتاء سے فراغت کے بعد حضرت اقدس فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ نے آپ کا تقرر دارالعلوم حسینیہ اکولہ میں کر دیا تھا۔ حضرت فقیہ الامت دار العلوم حسینیہ اکولہ کے سر پرست بھی تھے۔ حضرت مولانا ابوالحسن صاحب کو حکم دے کر فرمایا تھا یہ مولوی اکرام الدین آپ کے مدرسہ میں تدریسی خدمت انجام دیں گے۔ امتحان کے بعد آپ نے حضرت فقیہ الامت سے درخواست کی تھی کہ حضرت میں چاہتا ہوں کہ ایک سال آپ کی خدمت میں گزاروں میری دلی تمنا ہے۔ حضرت نے فرمایا جاؤ اپنے علاقہ میں کام کرو دار العلوم حسینیہ اکولہ میں خدمت سر انجام دو آپ کا دور رہنا اور مجھ سے قریب رہنا دونوں برابر ہے معمولات کی پابندی کرتے رہو۔ 1987ء سے 1996ء تک دارالعلوم حسینیہ اکولہ میں تدریسی خدمات سر انجام دیں۔ آخری دو سالوں میں ناظمیت کی کچھ ذمہ داریاں بھی سنبھالیں تعلیم وتربیت کی مکمل نگرانی بھی سپرد کی گئی تھی روزانہ ذکر کی مجلس بھی جاری تھی۔

جامعہ اشرفیہ میں تدریس

حضرت گنگوہیؒ کی وفات تک یہ سلسلہ جاری رہا وفات کے بعد حالات بدلنے کی وجہ سے دار العلوم حسینیہ اکولہ سے حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکات برکاتہم اور حضرت مولانا ابراہیم صاحب دامت برکاتہم کے مشورہ اور حکم سے علامہ پاتورڈوی نے راندیر سورت دار العلوم اشرفیہ کی طرف ہجرت کی۔ ان اکابر نے آپ کا تقرر اپنے مادر علمی دار العلوم اشرفیہ راندیر سورت میں کر دیا۔ تادم تحریر آپ اس ادارہ میں خدمت تدریس میں مشغول ہیں۔

اس وقت زیر تدریس کتب کی تفصیل

۱۴۴۱ھ میں زیر درس یہ کتب تھیں:

شرح وقایہ، دروس التاریخ الاسلامیہ، مختارات ثانویہ ، معلم الانشاء حصہ دوم، مالا بد منہ ، مشکوۃ شریف جلد ثانی ، موطا امام مالک، بیضاوی شریف، ہدایہ ثالث ، قواعد الفقہ ۔

۱۴۴۲ھ بمطابق ۲۰۲۱ لاک ڈاؤن کی وجہ سے تعلیم آن لائن جاری رہی۔ اور صرف تین درجات ہی کی تعلیم کا سلسلہ جاری تھا، اس لئے سب ہی اساتذہ کے گھنٹوں میں کچھ تخفیف کر دی گئی آپ کے ذمہ یہ کتب تھیں:

شرح وقایہ اول دوم، مشکوۃ شریف جلد ثانی، موطا امام مالک، بیضاوی شریف، ہدایہ ثالث۔

حضرت فقیہ الامت سے بیعت واصلاح کا تعلق

جب علامہ پاتورڈوی کی پہلی بار حضرت فقیہ الامت سے ملاقات ہوئی، اور آپ زیارت کی سعادت سے مشرف ہوئے تو آپ نے رب ذوالجلال سے اپنی اصلاح کے لیے اور معرفت خداوندی اور وصول الی اللہ کی دعاء فرمائی، پھر اللہ تعالی نے آپ کی یہ دعاء قبول فرمائی۔ اور چار سال کے بعد دورہ حدیث شریف کی تکمیل کے ساتھ آپ نے دیوبند جاکر حضرت فقیہ الامت کے دست حق پرست پر بیعت فرمائی۔ یہ واقعہ ۱۹۸۶ء مطابق ۱۴۰۶ھ کا ہے، جس سال آپ دورہ حدیث شریف سے فارغ ہوئے۔ اگرچہ اس سے پہلے آپ نے شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ، حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندوی، حضرت مولانا عبد الصمد صاحب ایرانی سے بیعت کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن ان حضرات سے بیعت ہونا مقدر میں نہ تھا اور حضرت فقیہ الامت سے استفادہ باطنی اور تزکیہ وسلوک کا حصول مقدر تھا اور نسبت محمودیہ آپ کے لیے من جانب اللہ مقدر تھی۔

حضرت فقیہ الامت سے مراسلت اور مکاتبت

آپ کا حضرت فقیہ الامت سے طویل اور تفصیلی مراسلت کا سلسلہ قائم رہا ہے۔ آپ اپنے خطوط میں اپنے ذاتی احوال لکھا کرتے تھے اور اپنے معمولات کی تفصیل تحریر فرمایا کرتے تھے۔ اور پھر حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہ اپنے قلم سے یا کسی سے املاء کرا کے آپ کو جواب تحریر فرمایا کرتے تھے۔ جس میں آپ کی اصلاح وتربیت سے متعلق معمولات میں کبھی اضافہ فرماتے تھے۔ کبھی کوئی ترمیم وتبدیلی فرمایا کرتے تھے۔ اور آپ کی پیش آمدہ مشکلات کے ازالہ کے لیے دعاء فرمایا کرتے تھے۔ اور آپ کی روحانی وباطنی ترقیات کے لیے دعاء فرمایا کرتے تھے۔ اس طرح کے

متعدد مکاتیب آپ کے پاس موجود ہیں جن کو طوالت کے خوف سے ترک کیا جارہا ہے۔ البتہ تبرک کے طور پر آپ کے بعض خطوط کے جوابات صرف حضرت فقیہ الامت کی تحریر فرمودہ یا املاء فرمودہ جوابات نقل کئے جارہاہیں۔[9]

حضرت فقیہ الامتؒ سے اجازت بیعت وارشاد

حضرت فقیہ الامت نے آپ کو بحالت اعتکاف ۷ رمضان المبارک ۱۴۰۹ در مقام چھتہ مسجد دیوبند بوقت ساڑھے دس بجے دن زبانی خلافت و اجازت بیعت و ارشاد کی دولت سے سرفراز فرمایا۔ جب آپ کو حضرت فقیہ الامت نے اجازت بیعت و خلافت سے نوازا تو آپ کو یہ محسوس ہورہا تھا، کہ شاید آپ کے اوپر کوئی پہاڑ جیسی وزنی چیز ڈال دی گئی ہو، اور آپ اس کے وزن سے پارہ پارہ اور چور چور ہو جائیں گے۔ پھر اسی حالت میں آپ کے اوپر سکتہ طاری ہو گیا ، اور قریب تھا کہ اس وزن کی وجہ سے آپ کی بلند آواز سے چیخ نکل جائے، جس طرح جان کنی کے عالم میں انسان چیخ مارتا ہے، پھر حضرت فقیہ الامت نے آپ سے تسلی کے کلمات ارشاد فرمائے اور مختلف سے نکلنے کے لیے فرمایا۔

اجازت بیعت وارشاد سے پہلے اس مضان میں حضرت فقیہ الامت نے آپ کو " یَا مُغنِی " کا عمل بتایا اور اپنی نگرانی میں اس کو مکمل کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے ۳ رمضان المبارک کو یہ عمل شروع کیا، اور ۲۷ رمضان المبارک کو مکمل فرمایا، اس دوران آپ نے تین چار مرتبہ مختلف تاریخوں میں عجیب و غریب خواب دیکھے، ہر خواب کو سننے کے بعد حضرت والا ارشاد فرماتے تھے آپ عمل جاری رکھیں کام ہو رہا ہے۔ اس کے بعد ۲۷ رمضان المبارک کو آپ کو خرقہ خلافت اور اجازت بیعت وارشاد سے سرفراز فرمایا۔

حلقہ ارادت کی تفصیل

رمضان ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۹ء میں جب حضرت نے آپ کو اجازت عطا فرمائی تو اس رمضان المبارک کے بعد حضرت کا سفر گجرات، سورت کی طرف ہوا تھا، آپ کو اس وقت حضرت کی خدمت میں ایک ہفتہ سفر میں ساتھ رہنے اور خدمت کرنے کا موقع ملا، اس سفر میں آپ نے حضرت سے دیوبند چھتہ مسجد میں رمضان المبارک گزارنے

---

[9]۔ قاسمی، خلفائے عالی مقام، ج2، ص372۔

کی اجازت طلب کی، حضرت نے فرمایا کہ دارالعلوم حسینیہ اکولہ کی مسجد میں وہی خانقاہی نظام قائم کریں، جو دیوبند چھتہ میں قائم تھا، پھر آپ نے حضرت سے اصرار کرتے ہوئے کہا کہ حضرت ہم آپ کی ہی خدمت میں رمضان گزارنا چاہتے ہیں، جب تک آپ حیات ہیں، طبیعت گوارا نہیں کرتی کہ کہیں رمضان گزاریں، تو حضرت نے غصہ سے تیز لہجہ میں فرمایا: آپ میری زندگی میں وہاں خانقاہی نظام قائم کرو، میرے انتقال کے بعد یہ سلسلہ شروع کروگے تو وہاں کے لوگ کہیں گے کہ یہ کہاں سے اٹھ کر آگیا ہے؟ کس نے اس کو اجازت دی ہے؟ میں ابھی زندہ ہوں دیوبند میں چھتہ مسجد میں ہوں، وہاں خانقاہی نظام قائم کرو، کوئی پوچھے کہ یہ کیا کر رہے ہو؟ اور کیوں کر رہے ہو؟ تو ان کو دیوبند کی طرف اشارہ کر کے کہہ دینا کہ ان سے پوچھو میں ان کو جواب دوں گا۔ اور ہوا بھی ایسا ہی علاقہ کے لوگوں نے بہت چہ میگوئیاں کیں، اس طرح ہے کہ ان کو حضرت نے اجازت دی یا نہیں؟ دیوبند سے تحقیق کروائی آپ کا ۱۹۹۰ء سے حضرت کی وفات تک دار العلوم حسینیہ اکولہ کی مسجد میں پورا ماہ رمضان اعتکاف کا سلسلہ رہتا تھا، اور وہ سب معمولات جو چھتہ مسجد میں جاری تھے، وہی معمولات مکمل کئے جاتے تھے، کافی لوگوں کو فائدہ ہوا، خانقاہی ماحول علاقہ میں پیدا ہوا، لوگوں کو معلوم ہوا کہ خانقاہ کس کو کہتے ہیں؟ خانقاہ سے لوگ ناواقف تھے، دین کے خلاف کوئی نیا کام سمجھتے تھے، اچھے اچھے لوگوں کو خانقاہ کا پتہ نہیں تھا" دار العلوم حسینیہ اکولہ" مہاراشٹر کی مسجد میں یہ خانقاہی سلسلہ حضرت کی حیات میں تقریباً سات سال جاری رہا۔

تصانیف پاتورڈوی

حضرت پاتورڈوی کو رب ذوالجلال نے تدریسی و انتظامی صلاحیتوں کے ساتھ تصنیف و تالیف کا بھی ذوق عطا فرمایا ہے، چنانچہ آپ کے گوہر قلم سے متعدد کتابیں مرتب ہو چکی ہیں جن میں سے بعض زیور طبع سے آراستہ ہو کر عوام و خواص کے لیے سرمہ بصیرت ثابت ہو رہی ہیں، بعض کتابیں ترتیب کے مرحلہ سے گزر کر طباعت کا انتظار کر رہی ہیں اور بعض زیر ترتیب ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

آپ کی سب سے پہلی تصنیف خلاصہ تصوف جلد اول ہے، جو حضرت فقیہ الامت کی حیات ہی میں زیور طبع سے آراستہ ہو کر منصہ شہود پر جلوہ گر ہو چکی ہے۔ حضرت فقیہ الامت ہی نے اس کا نام خلاصہ تصوف تجویز فرمایا تھا، اور

حضرت فقیہ الامت نے اپنے متوسلین وخلفاء میں سے متعدد حضرات کو ہدیہ میں عنایت بھی فرمائی تھیں۔ اس کے بعد خلاصہ تصوف جلد دوم کو آپ نے مرتب فرمایا مگر وہ کتاب ابھی طباعت کے انتظار میں ہے۔

اس کے علاوہ آپ کی تصنیفات میں "ملفوظات شیخ اجمیری" بھی ہے۔ اس کی دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ اور تیسری جلد زیر ترتیب ہے۔ یہ آپ کے موقر استاذ حضرت مولانا شیخ محمد رضا اجمیری نور اللہ مرقدہ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جس کو آپ نے موصوف کے فرزند ارجمند حضرت مولانا قاری رشید احمد صاحب اجمیری کے حکم سے مرتب فرمایا ہے۔ جو آپ کے استاذ بھی ہیں۔

نیز آپ کی ایک اہم تصنیف " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری سنتیں" بھی ہے جو تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب تمام ہی احکام اسلامی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر مشتمل ہے۔[10]

دیگر تصانیف یہ ہیں:

1۔ اسلام کے فرائض اور واجبات
2۔ حلال و حرام واضح ہے (پانچ جلدیں)
3۔ روح القرآن فی تفسیر آیات الاحکام (پانچ جلدیں)
4۔ تاثیر ذکر اور ذکر کے 73 فوائد
5۔ مختصر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری سنتیں
6۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری سنتیں علی مذہب الامام الشافعی
7۔ اسلام کے مستحبات و آداب (دو جلدیں)
8۔ اسلام کے مکروہات، المشتبہات فی الاسلام

[10]۔ پاتورڈوی، محمد اکرام الدین، ذکر کی تاثیر، راندیر سورت گجرات: مکتبہ فیض فقیہ الملت، 2008ء، ص52۔

ان کے علاوہ آپ کی غیر مطبوعہ کتب میں "آداب مریدین"، "ارکان خمسہ سے متعلق دو سو معتبر احادیث"، "احب الاعمال الی اللہ والی رسولہ" دسویں صدی ہجری کے آسمان ہدایت کے سات آفتاب عالمتاب" قابل ذکر ہیں۔[11]

تفسیر روح القرآن کا منہج واسلوب

تفسیر روح القرآن فقہی تفاسیر میں سے ایک ہے، تفسیر کا پورا نام روح القرآن فی تفسیر آیات الاحکام ہے، اس کی کل پانچ جلدیں ہیں جن میں سے ابھی تک صرف پہلی جلد زیور طباعت سے آراستہ ہو سکی، تاہم باقی چار جلدوں کی کمپوزنگ کا کام ہو چکا ہے۔[12] پہلی جلد کے کل صفحات 528 ہیں۔ جن میں سے 62 صفحات مبادیات وفہارس پر مشتمل ہیں۔ تفسیر کی ابتداء میں چھ مقتدر علماء کی تقاریظ موجود ہیں۔ جن میں حضرت اقدس مولانا ابراہیم پانڈور، مفتی احمد خانپوری، قاری رشید احمد اجمیری، مفتی عباس داود بسم اللہ صاحب، مفتی معزالدین قاسمی اور مفتی محمد امجد قاسمی شامل ہیں۔

مفسر کا مقدماتی اسلوب

مولانا اکرام الدین پاتورڈوی نے اپنی تفسیر میں کوئی مقدمہ ذکر نہیں کیا، تاہم حضرت مفسر زندہ ہیں جن سے ابھی توقع ہے کہ وہ اس خوبصورت تفسیر کا مقدمہ لکھیں گے۔ اس تفسیر کی وجہ تالیف بھی مذکور نہیں ہے تاہم ایک تقریظ میں اس کا اجمالی سبب یا غرض بیان کی گئی ہے۔

مفتی امجد قاسمی تفسیر مذکور کی تقریظ میں لکھتے ہیں:

---

[11]۔ پاتورڈوی، محمد اکرام الدین، رسول اللہ ﷺ کی پیاری سنتیں، راندیر سورت گجرات: مکتبہ فیض فقیہ الملت، 2021ء، ج2، ص 279۔

[12]۔ علامہ اکرام الدین پاتورڈوی سے انٹرنیٹ کے ذریعے، ٹیلی گرام اور وٹس ایپ کے ذریعے بہ نفس نفیس رابطہ ہوا، آپ کے تلامذہ کے ایک گروپ نے اسے فعال کیا ہوا ہے جس کے ایڈمن آپ کے صاحبزادے انعام الدین راندیری اور سہیل سورتی ہیں، اسی وساطت سے کافی لٹریچر ان سے منگوایا ہے، مفتی صاحب کا رابطہ نمبر یہ ہے:-+919898378997

الحمدللہ روح القرآن کی فہرست اور کچھ مضامین کو دیکھنے کا موقع ملا جس سے اندازہ ہوا کہ یہ واقعی ایک وقیع تفسیر ہے اور اس قسم کی تفسیر کی ہندوستان میں ضرورت تھی کہ ایک اردو زبان میں احکام القرآن پر تفسیر لکھی جائے جسے مولانا اکرام الدین پاتورڈوی نے پورا کیا۔ یہ ایسی تفسیر ہے جسے بہت پہلے منظر عام پر آجانا چاہیے تھا۔[13]

حضرت مفسر نے جس طرح تفسیر کا کوئی مقدمہ نہیں لکھا اسی طرح اس سے بڑھ کر یہ کمی دیکھنے کو ملی ہے کہ اس میں قرآن کریم کے اصل دیباچہ کو بھی نظر انداز کر دیا گیا ہے یعنی اس تفسیر میں سورۃ الفاتحہ کو بالکل شامل نہیں کیا گیا حالانکہ سورۃ الفاتحہ سبع مثانی ہے جو دو بار نازل ہوئی جس سے اس سورت کی فضیلت کا اندازہ ہوتا ہے۔

سورۃ الفاتحہ کی فضیلت کو متعدد احادیث میں بیان کیا گیا ہے؛ امام ترمذی نے روایت بیان کی جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"تُحِبُّ أَنْ أُعَلِّمَكَ سُورَةً لَمْ يَنْزِلْ فِي التَّوْرَاةِ وَلَا فِي الإِنْجِيلِ وَلَا فِي الزَّبُورِ وَلَا فِي الفُرْقَانِ مِثْلُهَا ؟ قَالَ: نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَيْفَ تَقْرَأُ فِي الصَّلَاةِ ؟ قَالَ: فَقَرَأَ أُمَّ القُرْآنِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا أُنْزِلَتْ فِي التَّوْرَاةِ وَلَا فِي الْإِنْجِيلِ وَلَا فِي الزَّبُورِ وَلَا فِي الفُرْقَانِ مِثْلُهَا، وَإِنَّهَا سَبْعٌ مِنَ المَثَانِي وَالقُرْآنُ الْعَظِيمُ الَّذِي أُعْطِيتُهُ"[14]

کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کو ایک ایسی سورت سکھاؤں جس کی مثل نہ تورات میں ہے نہ انجیل میں، نہ زبور میں اور قرآن میں اس کی مثل کوئی دوسری سورت ہے تو عرض کی جی ہاں اے اللہ کے رسول ﷺ۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا نماز کیسے پڑھتے ہو؟ تو ابی نے عرض کی اور ام القرآن کی قرآت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس کی مثل نہ تورات میں، نہ انجیل میں، نہ زبور میں اور نہ قرآن میں نازل ہوئی۔ یہ سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا کیا گیا۔

---

[13] ۔ پاتورڈوی، روح القرآن، راندیر سورت گجرات: مکتبہ فیض فقیہ الملت، 2016ء، ج1، ص57۔

[14] ۔ ترمذی، ابو عیسی محمد بن عیسی، الجامع السنن للترمذی، مصر: مطبعۃ مصطفیٰ حلبی، 1395ھ، رقم:2875۔

علامہ پاتورڈوی کے استدراکات

علامہ پاتورڈوی نے روح القرآن میں کئی اہم مسائل کو ترک کر دیا ہے۔ جنہیں استدراکات پاتورڈوی سے تعبیر کیا جارہا ہے۔

ان استدراکات میں ایک سورۃ الفاتحہ کی تفسیر ہے۔

اسی طرح سورۃ البقرۃ کی 286 آیات میں سے 112 آیات کی تفسیر بیان کی گئی ہے جن میں سے کئی آیات تو صرف ایک ہی موضوع سے متعلق ہیں لہذا اس پر نظر ثانی کر کے کئی آیات کریمہ کو داخل کیا جاسکتا ہے، تاہم علامہ پاتورڈوی نے ملاجیون کی شاید اتباع کی ہے کہ انہوں نے بہت کم آیات کو لیا ہے جبکہ امام قرطبی، امام جصاص، امام کیاہراسی، امام سیوطی، امام جہنی اور دیگر احکام القرآن کے مفسرین نے بہت زیادہ مسائل بیان کیے ہیں۔

علامہ پاتورڈوی نے سورۃ آل عمران کی 176 آیات میں سے صرف 50 آیات کو موضوع تفسیر بنایا ہے، اگرچہ اس سورت پاک میں آیات کم ہیں لیکن اس میں کئی مباحث کو ذکر کیا جاسکتا ہے۔

سورۃ النساء کی تفسیر میں علامہ پاتورڈوی نے 200 آیات میں سے صرف 12 آیات کو بیان کیا ہے؛ جبکہ کئی آیات ایسی پڑی ہیں جن کی تفسیر میں احکام فقہیہ بیان کیے جاسکتے ہیں۔

روح القرآن کے مصادر و منابع

علامہ پاتورڈوی نے درج ذیل کتب سے استفادہ کرتے ہوئے تفسیر قران مرتب فرمائی ہے۔

1. احکام القرآن للجصاص
2. احکام القرآن از امام قرطبی
3. احکام القرآن از امام عربی
4. احکام القرآن از تھانوی
5. تفسیرات احمدیہ از ملا احمد جیون
6. معارف القرآن از مفتی محمد شفیع
7. تفسیر خازن

8. آسان تفسیر قرآن از خالد سیف اللہ رحمانی
9. جمالین وکمالین شرح جلالین
10. تفسیر مظہری از قاضی ثناء اللہ پانی پتی
11. توضیح القرآن از مفتی تقی عثمانی
12. فوائد عثمانی از مولانا شبیر احمد عثمانی
13. تفسیر ابن کثیر
14. فتح القدیر از امام ابن ہمام
15. بدائع الصنائع از امام کاسانی
16. مرقات شرح مشکوٰۃ از ملا علی قاری۔[15]

فقہی اصطلاح کلالہ کی تعریف اور اس کی شرعی حکم

ہر مفسر کا یہ منہج عام ہے کہ وہ نظم قرآنی کی تفسیر سے قبل اس کی لفظی توضیحات کو بیان کرتا ہے۔ اگرچہ یہ منہج عمومی ہے؛ علامہ پاتورڈوی نے بھی کچھ مقامات پر اجمالی انداز میں اس اسلوب کو اپنایا ہے لیکن ساتھ اپنے منہج خاص کو بھی بروئے کار لایا ہے یعنی فقہی طرز تحریر کو پیش کرتے ہیں۔ مثلاً کلالہ کا مفہوم یوں بیان کیا:

کلالہ کا لغوی مفہوم

کلالہ ایک قرآنی اصطلاح ہے؛ جس کی وضاحت مختلف مفسرین نے کی ہے؛ کلالہ کی میراث کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سورۃ المائدہ میں دو جگہوں پر بیان فرمایا ہے۔ اور ارشاد فرمایا:

" وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوْ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ، أَوْ أُخْتٌ"[16]

---

[15] ۔ پاتورڈوی، روح القرآن، ج1، ص526، 525۔

[16] ۔ النساء:12۔

"اور اگر ہو وہ شخص جس کی میراث تقسیم کی جارہی ہے کلالہ وہ مرد ہو یا عورت اور اس کا بھائی یا بہن ہو تو ہر ایک کے لیے ان میں سے چھٹا حصہ ہے اور اگر وہ بہن بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو سب شریک ہیں تہائی میں"۔

پھر اسی سورت کے آخر میں حکم الٰہی ہے:

"يَسْتَفْتُونَكَ قُلْ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ"[17]

اے میرے رسول ﷺ) وہ آپ سے پوچھتے ہیں کلالہ کی میراث کے متعلق، اگر وہ مر جائے جبکہ اس کی نہ ہو اولاد لیکن ہو اس کی ایک بہن تو اس کے لیے کل ترکہ کا نصف ہے، اور یہ بھی اپنی بہن کا وارث ہو گا اگر اس کی اولاد نہ ہو، اور اگر یہ دو بہنیں ہوں تو انہیں دو تہائی ملے گا اور اگر یہ بہن بھائی سب ہوں تو مرد (بھائی) کو دو عورتوں (بہنوں) کے برابر دیا جائے گا۔

علامہ پاتورڈوی نے اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"اس آیت میں کلالہ کی میراث بیان کی گئی ہے، کلالہ کی بہت سی تعریفیں کی گئیں ہیں جو علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں بھی نقل کی ہیں مشہور تعریف یہی ہے کہ جس مرنے والے کے اصول و فروغ نہ ہوں وہ کلالہ ہے۔ صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ کلالہ اصل میں مصدر ہے جو کلال کے معنی میں ہے اور کلال کے معنی تھک جانا جو ضعف پر دلالت کرتا ہے باپ بیٹے والی قرابت کے سوا قرابت کو کلالہ کہا گیا اس لئے کہ وہ قرابت باپ بیٹے کی قرابت کی نسبت سے کمزور ہے۔ پھر کلالہ کا اطلاق اس مرنے والے پر بھی کیا گیا جس نے نہ اولاد چھوڑی اور نہ والد اور اس وارث پر بھی اطلاق کیا گیا جو مرنے والے کا ولد اور والد نہ ہو، لغت کے اعتبار سے جو اشتقاق بتلایا گیا اس کا تقاضا ہے کہ لفظ ذو مقدر ہو، اور کلالہ بمعنی ذو کلالہ ہو گا، یعنی ضعیف رشتہ والا، پھر اس مال موروث پر بھی اس کا اطلاق ہونے لگا جو ایسے میت نے چھوڑا ہو جس کا کوئی ولد اور والد نہ ہو"۔[18]

---

[17] ۔النساء:176۔

[18] .پاتورڈوی، روح القرآن، ج1، ص373۔

پھر کلالہ کی میراث کا حکم بیان کرتے ہوئے علامہ پاتورڈوی لکھتے ہیں:

"حاصل کلام یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مرد یا عورت وفات پاجائے اور اس کے نہ باپ، نہ دادا اور نہ اولاد ہو اور اس نے ایک بھائی یا بہن ماں شریک چھوڑے ہوں تو ان میں سے اگر بھائی ہے تو اس کو چھٹا حصہ ملے گا اور نہیں ہے تو بہن کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر ایک سے زیادہ ہوں مثلاً ایک بھائی، ایک بہن ہو، یا دو بھائی، دو بہنیں ہوں تو یہ سب مرنے والے کے کل ترکہ کے تہائی حصے میں شریک ہوں گے اور اس میں مذکر کو مونث سے دوہرا نہیں ملے گا"۔[19]

مسئلہ مذکورہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

کلالہ وہ ہوتا ہے جس کی نہ اولاد ہو اور نہ والد، بقول امام سرخسی:

" الْكَلَالَةُ مَنْ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَا وَالِدٌ"[20]

کلالہ وہ ہوتا ہے جس کی نہ اولاد نہ اور نہ باپ زندہ ہو۔

ایسے شخص کی میراث کے متعلق قرآن کریم نے دو مقامات پر وضاحت بیان کی ہے، اول سورۃ النساء کی اسی آیت:12 میں ارشاد ہوا:" وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوْ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ، أَوْ أُخْتٌ"[21]"("اور اگر ہو وہ شخص جس کی میراث تقسیم کی جارہی ہے کلالہ وہ مرد ہو یا عورت اور اس کا بھائی یا بہن ہو تو ہر ایک کے لیے ان میں سے چھٹا حصہ ہے اور اگر وہ بہن بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو سب شریک ہیں تہائی میں")۔ دوم اسی سورت کے آخر میں حکم الٰہی ہے: "يَسْتَفْتُونَكَ قُلْ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ"[22] (اے میرے رسول ﷺ) وہ آپ سے پوچھتے ہیں کلالہ کی میراث کے متعلق، اگر وہ مرجائے جبکہ اس کی نہ ہو اولاد لیکن ہو اس کی ایک بہن تو اس کے لیے کل ترکہ

---

[19] .پاتورڈوی، روح القرآن، ج1، ص373۔

[20] ۔السرخسی، محمد بن احمد بن ابی سہل، شمس الائمہ، المبسوط، بیروت: دارالمعرفۃ، 1414ھ، ج29، ص151۔

[21] ۔النساء:12۔

[22] ۔النساء:176۔

کا نصف ہے، اور یہ بھی اپنی بہن کا وارث ہو گا اگر اس کی اولاد نہ ہو، اور اگر یہ دو بہنیں ہوں تو انہیں دو تہائی ملے گا اور اگر یہ بہن بھائی سب ہوں تو مرد (بھائی) کو دو عورتوں (بہنوں) کے برابر دیا جائے گا۔ کلالہ کے متعلق دو آیات میں سے پہلی آیت کو آیت النساء کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں ماں شریک بہن بھائیوں کا حصہ بیان ہوا ہے تو ماں ایک عورت ہے جس کی مناسبت سے اس آیت کو آیت النساء کا نام دیا گیا ہے اور کلالہ کی دوسری آیت کو آیت الصیف کہا جاتا ہے کیونکہ وہ گرمیوں میں نازل ہوئی تھی۔[23]

کلالہ شخص جب فوت ہو جائے یعنی ایسا شخص جس کی نہ تو اولاد ہے اور نہ والدین تو اب قریبی ورثاء بہن بھائی ہی ہیں، جو کہ تین قسموں میں منقسم ہیں، یا تو وہ بہن بھائی ماں شریک ہوں گے جنہیں اخیافی کہا جاتا ہے، یا پھر وہ باپ شریک ہوں گے جنہیں علاتی کہا جاتا ہے اور یا پھر وہ حقیقی بہن بھائی ہوں گے۔ پہلی صورت کا ذکر سورۃ النساء کی آیت 12 میں کیا گیا کہ ایسا میت جس کے ورثاء صرف ماں شریک بہن بھائی ہوں تو اگر وہ ایک بہن یا ایک بھائی ہے تو اسے سدس ملے گا اور اگر وہ ایک سے زیادہ ہوں تو وہ ایک تہائی میں شریک ہوں گے باقی ترکہ میت کے عصبات میں تقسیم ہو گا۔

سورۃ النساء کی آیت: 12 کی تفسیر میں امام قرطبیؒ نے کلالہ کی میراث کو تفصیل سے بیان کیا ہے، فرماتے ہیں:

"الْكَلَالَةُ مَصْدَرٌ، مِنْ تَكَلَّلَهُ النَّسَبُ أَيْ أَحَاطَ بِهِ. وَبِهِ سُمِّيَ الْإِكْلِيلُ، وَهِيَ مَنْزِلَةٌ مِنْ مَنَازِلِ الْقَمَرِ لِإِحَاطَتِهَا بِالْقَمَرِ إِذَا احْتَلَّ بِهَا. وَمِنْهُ الْإِكْلِيلُ أَيْضًا وَهُوَ التَّاجُ وَالْعِصَابَةُ الْمُحِيطَةُ بِالرَّأْسِ. فَإِذَا مَاتَ الرَّجُلُ وَلَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَا وَالِدٌ فَوَرَثَتُهُ كَلَالَةٌ"[24]

کلالہ مصدر ہے جو تکلله النسب سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے احاطہ کرنا، اور اسی سے اکلیل مشتق ہے جو کہ چاند کی ایک منزل ہے جو چاند کا احاطہ کرتے ہوئے اسے گھیر لیتی ہے، اور اسی سے اکلیل بمعنی تاج، پگڑی اور سر ڈھانپنا ہے، جب کوئی شخص مر جاتا ہے اور اس کا نہ کوئی بیٹا ہو، نہ والد زندہ ہو تو اس کے ورثاء کو کلالہ کہا جاتا ہے۔

---

[23] ۔ السرخسی، المبسوط، ج29، ص151۔

[24] ۔ القرطبی، ابو عبد اللہ، محمد بن احمد، مالکی، الجامع الاحکام القرآن، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 2006ء، ج5، ص76۔

کیونکہ انہوں نے اس کے والد اور اولاد کے نہ ہونے کے وقت اس کا سر ڈھانپا ہے۔ اور والد اور اولاد کے بعد سب سے قریبی رشتہ دار چونکہ بہن بھائی ہوتے ہیں تو اس لیے کلالہ کے متعلق دونوں آیات میں بہن بھائیوں کے وارث بننے کا ذکر ہے۔ لہذا وان کان رجل یورث کلالۃ کا معنی یوں بھی کیا جاسکتا ہے : اگر وہ میت مرد ہو جس کا وارث بنایا جارہا ہو کلالہ کو۔ یعنی دور کے رشتہ داروں کو۔ امام قرطبیؒ فرماتے ہیں:

"هَذَا التَّشْرِيكُ يَقْتَضِي التَّسْوِيَةَ بَيْنَ الذَّكَرِ وَالْأُنْثَى وَإِنْ كَثُرُوا. وَإِذَا كَانُوا يَأْخُذُونَ بِالْأُمِّ فَلَا يُفَضَّلُ الذَّكَرُ عَلَى الْأُنْثَى. وَهَذَا إِجْمَاعٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ، وَلَيْسَ فِي الْفَرَائِضِ مَوْضِعٌ يَكُونُ فِيهِ الذَّكَرُ وَالْأُنْثَى سَوَاءً إِلَّا فِي مِيرَاثِ الْإِخْوَةِ لِلْأُمِّ. فَإِذَا مَاتَتِ امْرَأَةٌ وَتَرَكَتْ زَوْجَهَا وَأُمَّهَا وَأَخَاهَا لِأُمِّهَا فَلِلزَّوْجِ النِّصْفُ وَلِلْأُمِّ الثُّلُثُ وَلِلْأَخِ مِنَ الْأُمِّ السُّدُسُ. فَإِنْ تَرَكَتْ أَخَوَيْنِ وَأُخْتَيْنِ وَالْمَسْأَلَةَ بِحَالِهَا فَلِلزَّوْجِ النِّصْفُ وَلِلْأُمِّ السُّدُسُ وَلِلْأَخَوَيْنِ وَالْأُخْتَيْنِ الثُّلُثُ، وَقَدْ تَمَّتِ الْفَرِيضَةُ. وَعَلَى هَذَا عَامَّةُ الصَّحَابَةِ"[25]

یہ ثلث میں شراکت مذکر و مونث کے مابین برابری کا تقاضا کر رہی ہے اگرچہ وہ (بہن بھائی) زیادہ ہو جائیں، اور جب وہ ماں کی وجہ سے حصہ لے رہے ہیں تو اس میں مذکر کو مونث پر فضیلت نہیں ہو گی، اور یہ علماء کا اجماع ہے۔ علم المیراث میں کوئی ایسا مقام نہیں جہاں مرد و عورت کو برابر حصہ دیا جاتا ہو سوائے ماں شریک بہن بھائیوں کے۔ صورت مسئلہ یوں ہے کہ ایک عورت فوت ہو جاتی ہے جس نے اپنے پیچھے خاوند، والدہ اور ایک ماں شریک بھائی چھوڑا تو ترکہ کی تقسیم یوں ہو گی: خاوند کو ترکہ کا نصف، ماں کو ایک تہائی، اور بھائی کو چھٹا حصہ دیا جائے گا۔ اور اگر اس نے دو بھائی اور دو بہنیں چھوڑیں تو بھی مسئلہ کی وہی صورتحال رہے گی جس میں خاوند کو نصف، ماں کو سدس اور دو بھائیوں اور دو بہنوں کو ایک تہائی ملے گا اور فریضہ مکمل ہو جائے گا۔ اور اسی پر صحابہ کا عمل ہے۔

مسئلہ کی صورتحال وہی ہے لیکن فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں ثلث ماں کو اور بھائی کو سدس دیا گیا تھا اور اس مسئلہ ثانیہ میں اس کے الٹ ہے یعنی ماں کو بہن بھائیوں کے بڑھنے نے حجب نقصان کا شکار کیا اور ماں ثلث سے سدس کو چلی گئی اور بہن بھائیوں کی کثرت کی وجہ سے انہیں یہ فائدہ ہوا کہ وہ سدس سے ثلث تک آ گئے۔

---

[25] ۔ تفسیر القرطبی، ج5، ص79۔

"فَإِنْ تَرَكَتْ سِتَّةَ إِخْوَةٍ مُفْتَرِقِينَ فَهَذِهِ الْحِمَارِيَّةُ وَتُسَمَّى أَيْضًا الْمُشْتَرَكَةُ. قَالَ قَوْمٌ: لِلْإِخْوَةِ لِلْأُمِّ الثُّلُثُ، وَلِلزَّوْجِ النِّصْفُ، وَلِلْأُمِّ السُّدُسُ، وَسَقَطَ الْأَخُ وَالْأُخْتُ مِنَ الْأَبِ وَالْأُمِّ، وَالْأَخِ وَالْأُخْتِ مِنَ الْأَبِ"[26]

مسئلہ مذکورہ میں اگر (خاوند اور والدہ کے ساتھ) چھ متفرق (حقیقی، علاتی، اخیافی) بھائی چھوڑے تو یہ مسئلہ حماریہ کہلاتا ہے اور اسی مسئلہ کو مشترکہ کا نام بھی دیا جاتا ہے، ایک قوم نے کہا اخیافی بھائیوں کے لیے ثلث ہوگا، خاوند کو نصف ملے گا، ماں کو سدس دیا جائے گا اور حقیقی اور علاتی بہن بھائی ساقط ہو جائیں گے۔ اور اس مسئلہ کو مسئلہ حماریہ اور مسئلہ مشترکہ بھی کہا جاتا ہے، امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:

"رُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ وَابْنِ مَسْعُودٍ وَأَبِي مُوسَى وَالشَّعْبِيِّ وَشَرِيكٍ وَيَحْيَى بْنِ آدَمَ، وَبِهِ قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَاخْتَارَهُ ابْنُ الْمُنْذِرِ، لِأَنَّ الزَّوْجَ وَالْأُمَّ وَالْأَخَوَيْنِ لِلْأُمِّ أَصْحَابُ فَرَائِضَ مُسَمَّاةٍ ولم يبق للعصبة شي. وَقَالَ قَوْمٌ: الْأُمُّ وَاحِدَةٌ، وَهَبْ أَنَّ أَبَاهُمْ كَانَ حِمَارًا! وَأَشْرَكُوا بَيْنَهُمْ فِي الثُّلُثِ، وَلِهَذَا سُمِّيَتِ الْمُشْتَرَكَةُ وَالْحِمَارِيَّةُ--- وَبِهِ قَالَ مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ وَإِسْحَاقُ"[27]

مسئلہ کی یہی تقسیم حضرت علی، ابن مسعود، ابو موسیٰ اشعری، امام شعبی، شریک، یحیٰ بن آدم رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، اور یہی موقف امام احمد بن حنبلؒ کا ہے، اور اسے علامہ بن المنذر مالکی نے (روایت مذہب کے طور پر) اختیار کیا ہے کیونکہ خاوند، ماں، اور ماں شریک بہن بھائی اصحاب الفرائض میں سے ہیں اور دیگر بھائی عصبہ ہیں اور ترکہ پورا تقسیم ہو جانے کی وجہ سے وہ محروم ہو جائیں گے۔ اور ایک قوم نے کہا: ماں اکیلی ہے اور تو عطا کر کہ ان کا باپ گدھا تھا، اور علماء نے اس ثلث میں تمام بھائیوں کو شریک کیا ہے۔ اسی لیے اس مسئلہ کو مسئلہ حماریہ یا مسئلہ مشترکہ کہا جاتا ہے۔ یہی قول امام مالک، امام شافعی اور اسحاق بن راہویہ کا ہے۔

---

[26] ۔ تفسیر القرطبی، ج5، ص79۔

[27] ۔ تفسیر القرطبی، ج5، ص79۔

حاصل بحث

علامہ پاتورڈوی کا پورا نام محمد اکرام الدین ابن علیم الدین ابن حبیب الدین ہے۔ آپ کی پیدائش کا علاقہ پاتورڈا، تعلقہ سنگرام پور ضلع بلڈانہ، صوبہ مہاراشٹر (الہند) ہے۔ آپ سنگرام پور ضلع بلڈانہ میں بروز منگل 18 محرم الحرام 1383ھ بعد العصر مطابق 9 جولائی 1963ء کو پیدا ہوئے۔ حضرت مفسر اس وقت 61 سال کی عمر میں بقید حیات زندہ و پائندہ ہیں۔ اور تصانیف کا سلسلہ جاری ہے۔ علامہ موصوف جامعہ اشرفیہ انڈیا میں شیخ الحدیث کے منصب بر فائز ہیں۔ مولانا پاتورڈوی نے پانچ جلدوں میں روح القرآن فی تفسیر آیات الاحکام لکھی، ابھی تک اس کی صرف پہلی جلد منظر عام پر آئی ہے، باقی چار جلدوں کا کام جاری ہے۔ بعض سورتیں جن میں احکام القرآن نہیں ہیں انہیں چھوڑ دیا ہے۔ تاہم حضرت مفسر نے سورۃ الفاتحہ کی بھی تفسیر نہیں لکھی حالانکہ اس میں متعدد مسائل فقہیہ موجود ہیں۔ مفسر پاتورڈوی نے فقہی احکام پر مشتمل آیات کی تفسیر لکھی ہے اور اس میں معارف القرآن از مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی اتباع کرتے نظر آتے ہیں۔ اور فقہی احکام کے بیان میں زیادہ تر اسی تفسیر سے حکم بیان کرتے ہیں۔